شیعہ فرقے

نوعیتِ اختلاف

محمد حنیف ندوی

مسلمان دس قسموں میں بٹ گئے۔ شیعہ، خوارج، مرجئہ، معتزلہ، الجہمیہ، الضراریہ، الحسینیہ، البکریہ، عامۃ الناس، اصحاب حدیث اور کلابیہ، عبداللہ بن کلاب القطان کے ساتھی۔

شیعہ کی پھر تین قسمیں ہیں۔ انھیں شیعہ اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ یہ حضرت علی کو باقی صحابہ پر مقدم ٹھہراتے ہیں۔

انہی میں ایک گروہ غالیہ کا بھی ہے۔ انھیں غالیہ کے نام سے اس سبب سے موسوم کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے باب میں غلو سے کام لیا ہے، اور ان کے بارے میں بہت بڑی بات[1] کے مرتکب ہوئے ہیں۔

یہ کل پندرہ فرقے ہوتے ہیں

۱۔ ان میں پہلا فرقہ 'بیانیہ' ہے جو بیان بن سمعان النہمی[2] کے اصحاب پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے افاصفکم ربکم بالبنین و اتخذ من الملئکۃ اناثا انکم لتقولون قولاً عظیما۔ (کیا تمھارے پروردگار نے تم کو تو لڑکے دیئے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا۔ تم بہت بڑی بات کے مرتکب ہو رہے ہو)

[2] یہ شخص دوسری صدی ہجری میں عراق میں پایا گیا۔ اس کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ حضرت علی میں الوہیت کا ایک جز تھا جو آپ کے بعد محمد بن الحنفیہ میں منتقل ہوا۔ اور محمد بن الحنفیہ کے بعد ان کے بیٹے ابی ہاشم بن محمد میں منتقل ہوا۔ اور پھر ان کے بعد یہ جز خود اس میں منتقل ہو گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور آنحضرتؐ کی شریعت کے بعض حصوں کو منسوخ بھی ٹھہرایا۔

اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شکل انسان ہی کی طرح ہے، اور یہ کہ سوا اللہ کے چہرہ (وجہ) کے اور اس کا سارا جسم ہلاک ہونے والا ہے۔

بیان نے اس بات کا دعویٰ بھی کیا کہ وہ زہرہ (ستارے) کو بلاتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتا ہے، اور اس کام کو وہ اسم اعظم کی برکت سے انجام دیتا ہے۔

خالد بن عبد اللہ القسری نے (یہ سنا تو) اسے قتل کر دیا۔

ان سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں سے اکثر بیان بن سمعان کو نبی سمجھتے تھے۔

ایک بہت بڑے طبقہ کا یہ خیال بھی تھا کہ ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن الحنفیہ نے ان کی امامت پر نص کی ہے۔ اور اس کو امام کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

۲۔ دوسرا فرقہ عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر ذی الجناحین کے پیروکاروں کا ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ عبد اللہ بن معاویہ کا یہ دعویٰ تھا کہ علم اس کے دل میں خود بخود اسی طرح پیدا ہو جاتا ہے جس طرح کہ زمین میں کھمبی یا گھاس پھونس پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ کہ روحیں تناسخ سے دوچار ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی روح پہلے آدم میں تھی اور اب پھر اس میں منتقل ہو گئی ہے۔

اس کا یہ گمان بھی تھا کہ یہ بیک وقت رب بھی ہے اور پیغمبر بھی۔ اس کے پیروکار اس کی باقاعدہ پرستش کرتے تھے۔ یہ قیامت کو نہیں مانتے تھے اور اس بات کے مدعی تھے کہ دنیا ختم ہونے والی نہیں۔ مردار اور شراب وغیرہ حرام اشیا کو حلال جانتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ مندرجہ ذیل آیت کی اس غلط تاویل پر مبنی تھا۔

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا (مائدہ ۹۳)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب کہ انھوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے۔

۳۔ (ان میں کا) تیسرا گروہ عبداللہ بن عمرو بن حرب کے ساتھیوں کا ہے۔ انھیں حربیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ ابو ہاشم عبداللہ بن الحنفیہ کی روح اس کے سانچہ میں ڈھل گئی ہے اور یہ کہ اس کی امامت پر ابو ہاشم نے نص کی ہے۔

اور چوتھا گروہ "المغیریہ[1]" کا ہے۔ یعنی المغیرہ بن سعید کے ماننے والوں کا گروہ۔ ان کا یہ خیال تھا کہ المغیرہ نبی ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا ہے۔ اور یہ کہ ان کا معبود ایک نوری انسان ہے جس کے سر پہ تاج ہے۔ اور اس کے اعضا اور بناوٹ کا وہی انداز ہے جو انسانوں کا ہے۔ چنانچہ اس کا پیٹ اور قلب بھی ہے۔ کہ جس سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور یہ کہ حروف 'ابجد' کی تعداد اس کے اعضا کے حساب سے ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ الف تھوڑے سے خم کی وجہ سے اس کے مقام قدم سے تعبیر ہے۔ "ھ" کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ اگر تم اس کے مقام کو دیکھ لو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے ایک عظیم امر کا مشاہدہ کر لیا۔ اس سے اس کا مقصود اس کی شرمگاہ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ اور وہ لعین کہا کرتا ہے کہ اس نے اس مقام کو دیکھا ہے۔

اس کا گمان تھا کہ وہ اسم اعظم کی برکت سے مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور اس نے شعبدہ بازی کے کئی کرشمے ان کو دکھائے۔

---

[1] یہ گروہ کون ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کے عقائد کیا تھے، اس میں شدید اختلاف ہے۔ بغدادی و اسفرائنی نے اس کو صاحب مقالات کی طرح المغیرہ بن سعید ہی کی طرف منسوب کیا ہے (دیکھیے الفرق بین الفرق ۳۶ و ۳۸، اور تبصیر ۷۰ و ۷۳) نشوان الحمیری نے المغیرہ بن سعد العجلی کی طرف اس کا انتساب کیا ہے (الحور العین ۱۶۸) شہرستانی نے اسے المغیرہ بن سعید العجلی کہا ہے (۱/ ۲۴۹) اور ابن حزم نے اسے المغیرہ بن ابی سعید مولیٰ بنی بجیلہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ (الفصل ۲/ ۱۱۴)

اور اس نے ان سے ابتدائے آفرینش کی کیفیت بھی بیان کی۔ اس کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ پہلے یگانہ و تنہا تھا۔ اور کوئی چیز بھی اس کے ساتھ وجود پذیر نہ تھی۔ پھر جب اس نے اشیاء کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے "اسم اعظم" کو استعمال کیا۔ یہ اسم اعظم اڑا اور تاج کی شکل میں اللہ کے سر پر جا متمکن ہوا۔ اس بات کا اشارہ اس آیت میں ہے۔

سبح اسم ربك الاعلى ﴿الاعلیٰ﴾

اے پیغمبر! اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

اس کا کہنا تھا کہ پھر اسے اپنی انگلی سے، کف دست پر بندوں کے تمام اعمال لکھے، معاصی بھی اور طاعات بھی۔ معاصی کو دیکھا تو اس کا غضب بھڑکا جس سے کہ اس کو پسینہ آگیا۔ پھر اس پسینہ سے دو قسم کے پانی پیدا ہوئے، ایک نمکین اور گدلا۔ دوسرا صاف اور میٹھا۔ پھر اس نے اس پانی میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اس کو اپنا سایہ نظر آیا۔ جسے اس نے پکڑنا چاہا۔ مگر وہ اڑا۔ مگر اس نے اپنے اصل سایہ کو چھین ہی تو لیا۔ اس سے آفتاب کی تخلیق کی۔ اور پھر اس سایہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور کہا

لاينبغي ان يكون معي اله غيري۔

میرے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہونا چاہیے۔

پھر اس نے تمام مخلوق کو پانی کی انھیں دو قسموں میں سے پیدا کیا۔ چنانچہ کفار کو نوکھارے اور گدلے پانی سے پیدا کیا۔ اور مومنین کو میٹھے اور صاف پانی سے بنایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان سب کے ظلال اور سائے بھی پیدا کیے۔ سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ بات قرآن کی اس آیت میں ہے

قل ان كان للرحمٰن ولد فانا اول العابدين ﴿زخرف ۸۱﴾

کہہ دو اگر خدا کے اولاد ہو تو میں پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔

پھر آنحضرت صلعم کو عالم ظل میں تمام دنیا کی طرف مبعوث فرمایا۔ پھر آسمانوں کو زحمت دی کی وہ علیؓ

بن ابی طالب کو منصب خلافت کے حصول سے باز رکھیں مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر یہی بات زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ وہ بھی نہ مانے۔ پھر تمام انسانوں سے کہا۔ اس پر عمرؓ بن الخطاب نے آگے بڑھ کر ابوبکرؓ سے کہا کہ تم علیؓ کو محروم رکھنے اور ان کو دغا دینے کی یہ ذمہ داری قبول کر لو۔ ابوبکرؓ اس پر راضی ہو گئے۔ قرآن کی اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال (الاحزاب ۷۲)

ہم نے بار امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کیا۔

اس کا کہنا ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ میں اس شرط پر علیؓ کے خلاف تمھاری مدد کرنے کو تیار ہوں کہ تم اس کے بعد خلافت کی زمام مجھے سونپ دو۔ اس کے نزدیک اس بات کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر (الحشر ۱۶)

منافقوں کی مثال شیطان کی طرح ہے کہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا۔

شیطان سے اس کی مراد عمرؓ ہے۔

اس کا یہ گمان بھی تھا کہ جب زمین پھٹے گی، اور مُردوں کو باہر پھینک دے گی تو پھر یہ دنیا میں آئیں گے۔

خالد بن عبداللہ[1] کو جب اس کے ان عقائد کی خبر ہوئی تو اس نے (بطور سزا کے) اس کی گردن

---

[1] یعنی خالد بن عبداللہ بن یزید بن اسد القسری، امیر عراق۔ عرب کے زبان آور خطیبوں میں سے ایک ہے۔ ولید بن عبدالملک نے اسے مکہ کا امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد ہشام نے کوفہ و بصرہ کی امارت عطا کی۔ ۱۲۰ ہجری میں اس کی جگہ یوسف بن عمر الثقفی کو امارت کی ذمہ داریاں سونپیں۔ اور حکم دیا کہ اس کا محاسبہ کیا جائے۔ یوسف نے اسے جیل میں ڈال دیا، اور سخت اذیتیں پہنچائیں۔ اس نے اگرچہ اہل زندقہ کو قتل کیا ہے، لیکن خود زندقہ سے متہم ہے۔ چنانچہ ذراق نے باقاعدہ اس کی ہجو لکھی ہے۔

اڑادی۔ اس کا کہنا ہے کہ جابر جعفی[۵۱] بھی اس کے رفقاء میں سے تھا۔ اور المغیرہ کے پیرو کاروں نے اسے وہی مقام عطا کر رکھا تھا جو خود المغیرہ کا تھا۔ جابر کے انتقال پر مکبر الاطور الہجری القتات نے اس کے رمی ہونے کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ انھوں نے اسے امام تسلیم کر لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس پر موت کبھی طاری نہیں ہوگی۔ اس طرح اس نے امامت کا روپ دھار کر ان کا مال و دولت خوب خوب کھایا اور اڑایا۔

المغیرہ نے ان لوگوں کو محمد بن عبداللہ بن الحسن (ابن الحسن) بن علی بن طالب کے انتظار کا حکم دے رکھا تھا۔ اور ان سے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ جبریل و میکائیل (علیہما السلام) ان کی رکن و مقام کے درمیان بیعت کی ہے، اور یہ کہ ان کے سترہ شخصوں کو زندہ کیا جائے گا۔ اور سب کو فلاں فلاں اسم اعظم کے حروف دیے جائیں گے۔ جن کی برکت سے یہ دشمنوں کے عساکر کو شکست دیں گے۔ اور ساری زمین پر قبضہ جمالیں گے۔ پھر جب محمد میدان میں نکلا اور مارا گیا تو المغیرہ کے ماننے والوں میں بعض نے تو کہا کہ یہ دراصل محمد بن عبداللہ نہیں تھا جو ظاہر ہوا۔ یہ تو کوئی شیطان تھا جس نے ان کا روپ دھار لیا۔ حقیقی محمد تو عنقریب نکلے گا۔ اور المغیرہ کے کہنے کے مطابق ساری روئے زمین پر قابض ہو جائے گا۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس پر المغیرہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔

۵۔ اور ان میں کا پانچواں فرقہ اصحاب 'ابی منصور[۵۲]' کا ہے جو 'المنصوریہ' کہلاتا ہے۔

---

۵۱ اس کا پورا نام جابر بن یزید الحارث الجعفی ہے۔ تابعی ہے۔ شیعی حلقوں میں اسے فقیہ شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک اس کی دینی شہرت اچھی نہیں۔

۵۲ اس کا تعلق عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا۔ بالکل ان پڑھ تھا۔ جب علی بن الحسین کا انتقال ہوا تو اس نے کہا انھوں نے میرے حق میں نص کی تھی۔ چنانچہ یہ ان کا وصی بن بیٹھا۔ اس کے بعد اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ آنحضرتؐ تو تنزیل کے نبی ہیں اور میں تاویل کا نبی ہوں۔ یعنی قرآن ان پر نازل ہوا ہے، اور اس کی تاویل و تشریح کے نزول سے مجھے بہرہ مند کیا گیا ہے۔ اس کے ان خرافات کی اطلاع جب حجاج کے ابن عم یوسف بن عمر الثقفی کو ہوئی تو اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔

ان کا یہ خیال ہے کہ ابو جعفر کے بعد محمد بن علی بن الحسین بن علی" ابو منصور" امام ہیں۔ اور یہ کہ ابو منصور کا کہنا ہے آل محمد تو آسمان ہیں، اور شیعہ زمین ہیں، اور وہ خود کشف ہے جو بنی ہاشم کے خاندان سے ہے۔ حالانکہ اس ابو منصور کا تعلق بنی عجل سے ہے۔ ابو منصور کا گمان تھا کہ اس کی آسمان کی طرف پرواز ہوئی اور اس کے معبود نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا۔ اور کہا کہ بیٹے ! جاؤ اور میرے احکام کی تبلیغ کرو۔ پھر اسے زمین پر پہنچا دیا گیا۔ اس کے ماننے والے جب قسم کھاتے تو کہتے الا والکلمۃ۔ کلمہ کی قسم۔

اس کا خیال تھا کہ حضرت عیسٰی وہ پہلی مخلوق ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا۔ اس کے بعد علی کا درجہ ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے رسولوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ اور وہ ابد تک جاری رہے گا۔ جنت و دوزخ کو یہ نہیں مانتا تھا۔ کہتا تھا کہ جنت ایک خاص آدمی کا نام ہے۔ اسی طرح دوزخ ایک خاص شخص سے تعبیر ہے۔ عورتوں اور محارم کی بے حرمتی کی اس نے اپنے لگے بندھوں کو کھلے بندوں اجازت دے رکھی تھی۔ اس نے یہ بھی سمجھ رکھا تھا کہ مردار، خون، سؤر کا گوشت، شراب اور جوا، سب جائز ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ ان چیزوں کو اللہ نے ہمارے لیے حرام نہیں ٹھہرایا ہے۔ جس سے کہ ہم طاقت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اشیاء تو دراصل ایسے لوگوں کے نام ہیں کہ جن سے دوستی اور تعلق کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ شراب وغیرہ کی حلت پر وہ اس آیت سے استدلال کرتا تھا

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا (مائدہ ۹۳)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں۔

فرائض کو بھی اس نے ساقط ٹھہرا رکھا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ بھی دراصل ان لوگوں کے اسماء ہیں کہ جن سے دوستی اور تعلق خاطر رکھنا ضروری ہے۔ منافقین کو قتل کر دینا اور ان کا مال لوٹ لینا اس کے ہاں جائز تھا۔ والی عراق یوسف بن عمر الثقفی نے بنو امیہ کے عہد اقتدار میں اسے گرفتار کیا اور قتل کی سزا دی۔

۶۔ اور ان میں کا چھٹا فرقہ ابو الخطاب بن ابی زینب کے پیرو کاروں کا خطابیہ ہے۔ اس کی

پانچ شاخیں ہیں۔ ان سب کا یہ خیال ہے کہ ائمہ، انبیاء، محدث، اللہ کے رسول اور مخلوق پر حجت و دلیل ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ ان میں دو قسم کے رسول ہمیشہ ہوتے آئے ہیں۔ ایک ناطق ایک صامت۔ ناطق تو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ اور صامت علی ہیں۔ ائمہ کا وجود آج بھی ہے، اور ان کی اطاعت تمام مخلوق پر فرض ہے۔ یہ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ جو ہونے والا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ابوالخطاب بھی نبی ہے۔ اور ان تمام رسل نے ان کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ائمہ ہیں۔ اور خود اپنے بارے میں بھی وہ اسی قسم کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت حسین کی اولاد کو اللہ کے انبیاء اور دوست ہونے کا فخر حاصل ہے۔ پھر یہی بات تو انھوں نے اپنے بارے میں بھی کہی ہے۔ اپنے استدلال کی بنیاد انھوں نے اس آیت کو قرار دیا ہے

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ ساجدین ص ۷۲

جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو سجدہ میں گر پڑتا۔

بنائے استدلال یہ ہے کہ جب معبود ملائکہ آدم ہے تو ہم اسی کی اولاد تو ہیں۔ یہ ابوالخطاب کی عبادت کرتے تھے۔ اور اس کو خدا سمجھتے تھے۔ جعفر بن محمد کو بھی یہ الٰہ خیال کرتے تھے۔ مگر ان کے گمان میں ابوالخطاب اس سے اور حضرت علی سے کہیں بڑا تھا۔

ابی جعفر کے خلاف اس نے خروج کیا۔ اس پر عیسٰی بن موسٰی نے کوفہ کے ایک ویران مقام پر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ان کی رائے میں اپنے موافقین کے حق میں جھوٹی شہادت دینا جائز تھا۔

۷۔ "الخطابیہ" کا دوسرا فرقہ جو غالی فرقوں میں سے ساتواں ہے۔ ان کی یہ رائے تھی، کہ ابوالخطاب کے بعد امامت کا حق 'معمر' نامی ایک شخص کو حاصل ہے۔ یہ اس کی اسی طرح پرستش کرتے تھے جس طرح ابوالخطاب کی۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا فنا ہونے والی نہیں۔ لوگ یہاں خیر، نعمت اور عافیت سے جو بہرہ مند ہوتے ہیں۔ یہی جنت ہے۔ اسی انداز سے جہنم اس کے مخالف حالات سے دوچار ہونے کا نام ہے۔ یہ تناسخ بھی قائل تھے۔ کہتے تھے کہ ان پر حقیقۃً موت وارد

نہیں ہوتی بلکہ ان کے اجسام عالم ملکوت کی طرف اٹھالیے جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں انھیں ان سے ملتے جلتے جسم عطا کر دیے جاتے ہیں۔ شراب اور زنا کو جائز ٹھہراتے تھے۔ اور باقی تمام حرام چیزیں بھی ان کے ہاں حلال کا درجہ رکھتی تھیں۔ ترک نماز بھی ان کے کیش میں داخل تھا۔ انھیں 'معمریہ' کہا جاتا تھا۔ یہ بھی ایک روایت ہے کہ ان کا نام 'المعمریہ' تھا۔

۸۔ الخطابیہ کا تیسرا فرقہ جسے غالی فرقوں میں آٹھواں فرقہ کہنا چاہیے 'البزیغیہ' ہے، یعنی بزیغ بن موسیٰ کے ماننے والے۔

ان کا یہ گمان تھا کہ جعفر بن محمد خدا ہے۔ اور وہ وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے بلکہ اس نے لوگوں کے لیے اس صورت میں اپنے کو ڈھال لیا ہے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ جو کچھ ان کے دل میں ابھرتا ہے وحی ہے۔ اور تمام مسلمانوں کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے تھے

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ آل عمران ۱۴۵

اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے۔

اور حکم کے معنی ان کے نزدیک وحی کے تھے۔ ان آیات سے بھی یہ استدلال کرتے تھے

واوحیٰ ربك الی النحل نحل ۶۸

اور تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو سجھایا۔

واذا اوحیت الی الحواریین

اور جب حواریوں کو میں نے یہ بات سجھائی۔

یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبریل، میکائیل اور خود محمد سے بھی افضل ہیں۔ اور یہ کہ ان میں جب کوئی عبادت میں مرتبہ کمال کو پہنچ جائے تو اسے عالم ملکوت کی طرف پرواز کا موقع ملتا ہے۔ جہاں یہ اپنے مُردوں کو بچشم خود دیکھ سکتے ہیں۔ ان کا یہ بھی گمان تھا کہ وہ دن اور رات انھیں دیکھتے ہیں۔

۹۔ الخطابیہ کا چوتھا فرقہ، جو غالی گروہ کا نواں فرقہ ہے، 'العمیریہ' کے نام سے